

امیر خسرو اور حسن سجزی کی عسکری خدمات دونوں کی زندگیوں کا موازنہ

چودھری عبدالغفور*

ڈاکٹر انجم طاہرہ**

Abstract

Amir Khusrau and Hasan Sijzi are the well known poetic personalities, scholars and men of mystic orientations in the History of Medieval India. . They both have compiled the excellent discourses of their mentor/ spiritual guide and influential Chishti Sufi Hazrat NizamudDinAuliya named: FawaidulFawadandAfzalulFawad.

Both friends were appointed to the military ranks and assigned the positions, thus they had a considerable experience and knowledge of military affairs of the estate. Their writings trace the military details and strategies.

During Ala Ud Din Khalji reign (1296- 1316) Hasan Sijzi rendered military service at Lucknauti and Devgir . His life was based in the military camp. On one occasion he has written about the delay of his salary in Fawaid ul Fawad.

As compare to Amir Khusrau , Hasan Sijzi spent more time as a soldier. This write up is related to a comparative study of military life Amir Khusrau and Amir Hasan Sijzi.

* استاد مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ؛ پرنسپل ٹیچرز ٹریننگ کالج، لاہور۔

** اسٹنٹ پروفیسر، لاہور کالج برائے خواتین یونیورسٹی لاہور (راقم الحروف نے چودھری عبدالغفور کے اس نایاب و نادر غیر مطبوعہ مقالہ کو اضافات، حواشی اور مآخذ کی مدد سے مکمل کیا ہے۔

اس زمانے کے مشہور شاعر امیر حسن نے امیر خسرو کے مقابل میں اپنی زندگی کا زیادہ عرصہ عسکری خدمت میں گزرا۔ امیر خسرو کی عسکری زندگی زیادہ تر ان کے درباری منصب سے وابستہ رہی ہے۔ دربار میں ایک مصحف دار (مصحف بردار) یا ندیم کی حیثیت سے اپنے سلطان کے ساتھ شاہی مہموں پر جانا پڑتا تھا۔

لیکن امیر حسن نے ان کے مقابلہ میں ایک عرصے تک خالص فوجی کی زندگی بسر کی ہے۔ کیونکہ ان کا تعلق مقابلتہ درباری زندگی سے کم رہا ہے۔ جہاں امیر خسرو کے دوادہن میں بلبن سے لے کر شہزادہ الغ خان (محمد تعلق) تک تمام سلاطین کے مدیہ قصائد ملتے ہیں۔ امیر حسن نے محض علاء الدین، اس کے بیٹوں، اس کے بھائی الماس بیگ اور چند ایک امرا کی مدح سرائی کی۔ سلطان شہید اور علاء الدین خلجی کے علاوہ ان کا تعلق کسی اور عہد میں درباری شاعر کی حیثیت سے نہیں رہا! البتہ ان کی عسکری مصروفیتوں کی طرف جستہ جستہ اشارات ان کی تصنیف فوائد الفواد اور دیوان سے ملتے ہیں۔

فوجیوں کو اکثر کمی تنخواہ کی شکایت رہتی تھی۔ اس ضمن میں امیر خسرو نے بھی اعجاز خسروی میں ایک باب ”تیر کمان“ کے عنوان سے باندھا ہے۔ جس میں انہوں نے ایک فوجی کی مالی مشکلات کا دلچسپ نقشہ کھینچا ہے کہ کیسے ایک تیکہ زر اور تیکہ نقرہ جو اسے غالباً ملتا ہے۔ اس کے کلبہ احزان کی تاریکی میں ایسے آتا ہے جیسے کسی تاریک جھونپڑے میں آفتاب اور ماہتاب اتر رہے ہوں۔^۲

اسی طرح امیر حسن کی بھی کبھی کبھی ایک تنخواہ رک جاتی تھی۔ وہ فوائد الفواد میں ۳۲ ماہ ربیع الآخر [۱۹۷۹ھ] کی ایک مجلس کے تحت لکھتے ہیں کہ میں اس ہفتہ تنخواہ کے رک جانے کی وجہ سے پریشان اور دل تنگ تھا۔ اس پر نظام المشائخ نے ایک برہمن کی کہانی سنائی۔ جس کے پاس مال بسیار تھا۔ والی شہر نے اس کا محاصرہ کیا۔ اور اس کا تمام مال و اسباب ضبط کر لیا۔ برہمن مفلسی اور پریشان حالی میں کہیں جا رہا تھا کہ راستے میں کسی دوست نے مزاج پُرسی کی، بولا! بہت خوش ہوں۔ وہ بتانے لگا تم سے سب کچھ لے لیا گیا ہے۔ تمہاری یہ خوشی کہاں سے آئی۔ اس پر وہ اپنا (اپنے) زنار کی طرف اشارہ کر کے

کہنے لگا: کیا فکر ہے؟ میرا زنار ابھی تک سلامت ہے۔ ۳

بروز ہفتہ ۲۹ رجب ۱۴۱۲ھ ہجری کی صبحت کے ضمن میں لکھتے ہیں کہ آج دولت سے قدم بوسی حاصل ہوئی۔ اس ہفتہ میری تنخواہ جو بند ہو گئی تھی، مجھے مل گئی ہے۔ ۴ ان کے دیوان میں ایک غزل بھی موجود ہے۔ جس کی ردیف گرو ہے۔ اس میں کہتے ہیں:

”اکون کہ وقت لشکر می آید چہ سان روم

اہم گرو، سلاح گرو، چار پا گرو“

ترجمہ: ”اب جو لشکر کے روانہ ہونے کا وقت آیا تو میں کیسے روانہ ہوں میرا گھوڑا بھی گرو ہے اسلحہ بھی اور بار برداری کا جانور بھی گرو ہے [دیباچہ دیوان حسن بھری دہلوی، مسعود علی محوی، ص ۵۴]

معلوم ہوتا ہے کہ امیر حسن کا قیام بھی اکثر فوجی چھاؤنی میں ہوتا تھا۔ فوائد الفواد میں

ایک جگہ کہتے ہیں:

اب میں نے لشکر میں ہی رہنا شروع کر دیا ہے

دیباچہ دیوان حسن بھری دہلوی، ص ۵۳

چہا ر شنبہ ششم ماہ جمادی الاول ۱۷۷۷ھ کے تحت لکھتے ہیں کہ میں لشکر خضر آباد سے

آیا اور دولت پائے بوسی حاصل کی۔ ۶

علاء الدین نے جب ۱۲۰۳ھ میں چتوڑ کا قلعہ فتح کیا تھا تو اس کا نام اپنے بڑے

بیٹے خضر خان کے نام پر خضر آباد رکھا تھا۔ ۷ معلوم ہوتا ہے کہ چتوڑ بس اسلامی لشکر کی

ایک مستقل چھاؤنی تھی اور امیر حسن اس میں خدمت انجام دیتے رہے تھے۔

فوائد الفواد سے معلوم ہوتا ہے کہ امیر حسن نے دیوگیر کی مہم میں بھی حصہ لیا

تھا۔ اس مہم سے علاء الدین کی وہ برق رفتار لشکر کشی تو مراد نہیں ہو سکتی۔ جس میں اس نے

۱۲۹۳ھ میں پہلی مرتبہ دیوگیر کو فتح کیا تھا۔ اس سے غالباً ملک کافور کی اہم لشکر کشی کی

جانب اشارہ ہے۔ جو ۱۲۰۶ھ میں کی گئی تھی۔ اس ضمن میں امیر حسن نے اپنے پیر و مرشد

کے سامنے ایک لونڈی کو فی سبیل اللہ آزاد کرنے کا دلچسپ قصہ سنایا۔

”بندہ نے عرض کیا کہ جب ہم لوگ دیوگیر میں تھے تو میرے آزاد خدمت گار بلج

نے ایک لونڈی پانچ تینکے کی خریدی اور جب لشکر چلنے لگا۔ تو اس چھوکری کے ماں باپ دس

تکے لیکر آئے۔ اور نہایت عجز و انکسار سے التجا کی کہ دس تنکے لے کر ان کی بیچی کو واپس کر دیا جائے۔ ان کے رونے پینے کا مجھ پر بہت اثر ہوا، امیر نے ملیج سے کہا: کہ تو نے اسے پانچ تنکے میں خریدا ہے۔ اسے دس تنکے میں میرے ہاتھ فروخت کر دے۔ ملیج راضی ہو گیا۔ اور میں نے اسے دس تنکے میں لے کر آزاد کر دیا۔ خواجہ نے ارشاد فرمایا:

تم نے بہت اچھا کیا،^۸

چوتھی جگہ ۱۶۷ھ کی صحبت میں لکھتے ہیں کہ میں نے خواجہ صاحب کی خدمت میں عرض کیا کہ جو شخص لشکر میں جاتا ہے۔ اس کے دل میں یہ آتا ہے کہ اگر وہ فوت ہو جائے تو خدمتگار کو وصیت کر جائے کہ اسے وہیں دفن کر دے۔ نعرش کو دور دراز مقامات سے شہر میں لانا نہایت بیہودہ حرکت معلوم ہوتی ہے۔ اس پر ارشاد ہوا ہے کہ یہی مناسب ہے۔ ۱۰۹

امیر خسرو اور امیر حسن میں عسکری اور روحانی دلچسپیاں وجہ مشترک تھیں۔ اس لئے قدرتی طور پر ان کے آپس میں مجلسی تعلقات ہوں گے۔ شعرا اور اولیائے کرام کے تذکرہ نویسوں نے اس ضمن میں کئی ایک روحانی داستانیں بیان کی ہیں لیکن ہم عصرانہ شواہد سے محض اتنا ثابت ہوتا ہے کہ ان کے آپس میں دوستانہ تعلقات تھے۔

برنی کے قول کے مطابق اس عہد کے ان دو عظیم شعرا کے مابین ملاقات کا سلسلہ خود ضیاء الدین برنی کی وجہ سے ہوا۔ [دیباچہ ص ۲] بقول برنی امیر خسرو اور امیر حسن کے ساتھ سالہا سال آمد و رفت اور ریگانگت رہی۔ نہ تو وہ میرے ملنے کے بغیر رہ سکتے تھے اور نہ ہی میں ان کی مجالست کے بغیر زندگی گزار سکتا تھا۔ میری محبت کی وجہ ان دونوں اساتذہ میں بھی قرب پیدا ہو گیا اور انہوں نے ایک دوسرے کے گھروں میں آنا جانا شروع کیا۔ (دیباچہ دیوان حسن سبزی دہلوی، مسعود علی محوی، ص ۲) ۱۱ اس محبت و مودت کا اظہار امیر خسرو کے اس شعر سے بھی ہوتا ہے:

خسروا شعر تو اسرارِ حدیث است مگر

کز سخن های تو ام بوی حسن می آید

ترجمہ: خسرو، تیری شاعری اسرارِ حدیث ہے مگر تیرے کلام سے حسن کی مہک آتی ہے
امیر حسن نے بھی ایک رباعی میں امیر خسرو کا تذکرہ کیا ہے۔ یہ رباعی ان کے
مطبوعہ دیوان میں شامل ہے:

خسرو از راہ کرم بہ پذیرد آنچہ من بندہ حسن می گویم
سخنم چون سخن خسرو نیست سخن آن ست کہ من می گویم

(دیوان ۱ امیر حسن ص ۴۱۲)

اس شعر کو ڈاکٹر وحید مرزا صاحب نے معاصرانہ چشمک قرار دیا ہے۔ ان کے خیال
میں اس شعر میں خسرو یا سلطان عہد کو خطاب کیا گیا ہے۔ پہلے خسرو سے مراد سلطان اور
دوسرے خسرو سے خود امیر خسرو ہیں
اس لحاظ سے اس شعر کے یہ معنی ہوئے :

ترجمہ: ”سلطان از راہ کرم ان اشعار کو جو بندہ حسن کہتا ہے شرف مقبولیت کہتا ہوں
میرا کلام خسرو کی مانند نہیں اصل شاعری تو وہ ہے جو میں کہتا ہوں۔“

امیر حسن کے مطبوعہ دیوان کے دیباچہ میں اس رباعی کو دوسرے معنی پہنائے ہیں۔
ان کے خیال میں یہاں دونوں جگہ خسرو سے مراد امیر خسرو ہیں اور یہ رباعی اس کمال
مؤدت اور اخلاص کا اظہار کرتی ہے۔ جو دونوں شاعروں میں تھی۔

امیر خسرو نے امیر حسن کی کتاب فوائد الفواد کے بارے میں کہا تھا کہ میں اپنی
پوری تصانیف اس ایک کتاب پر قربان کرنے کو تیار ہوں۔ بعض لوگوں کے نزدیک یہ
شاعری کی مبالغہ آرائی ہے لیکن اگر ہم روحانیت کے اس گہرے رچاؤ کو نگاہ میں رکھیں جو
ایک مئے کیف آور کی طرح اس کتاب کے لفظ لفظ سے ٹپکی پڑتی ہے تو ان کا یہ کہنا
مبالغہ نہ ہو گا خصوصاً امیر خسرو نے خود اس میدان میں خامہ فرسائی کی ہے اور افضل
الفوائد کے نام سے حضرت نظام المشائخ کے ملفوظات مدون کیے ہیں۔ ان دونوں کتابوں
کے مقابلہ سے فوائد الفواد کی خوبیاں اور بھی اجاگر ہو جاتی ہیں۔

حقیقت میں روحانیت کی یہ گہرائی اور گیرائی امیر حسن کے خمیر میں موجود تھی۔ بقول
برنی، امیر حسن اوصاف و اخلاق مرضیہ سے متصف تھے۔ وہ صوفیہ کی زندگی اور لزوم قناعت

اور اعتقاد پاکیزہ اور خوش بودن اور خوش گزرانیدن کے احوال پر زندگی بسر کرتے تھے۔ میں نے کسی ایسے شخص کو کم دیکھا ہے جو بے اسباب دنیا ہو اور علائق دنیا سے اس کو اتنا تجرد اور تفرّد ہو۔ [دیباچہ دیوان حسن سجزی دہلوی ص ۲] ۱۲

امیر خسرو نے افضل الفواد میں بھی ایک جگہ امیر حسن کا نام لیا ہے۔ جس میں ان کو ”برادر“ کے لقب سے خطاب کیا ہے۔ امیر خسرو ان کو فارسی زبان کے عظیم اساتذہ میں شمار کرتے ہیں۔ دیباچہ دیوان غزّة الکمال میں جہاں عربی اور فارسی شاعری کا مقابلہ کرتے ہیں۔ وہاں اسے اپنے دعوے کی دلیل میں امیر حسن کے کلام کو بھی بطور نمونہ پیش کرتے ہیں۔

”واگر معزی بی مغز را برای لفظ حسن و معانی احسن تحسین می فرماید معنی و لفظ
سید حسن و نظامی و ظہیر مطالعہ باید کرد تا مطلع گرد وہم خود منصف باشد۔ (دیباچہ
[دیوان] غزّة الکمال ص ۳۰-۲۹) ۱۳

امیر خسرو کی طرح امیر حسن کو بھی اس عسکری زندگی میں لکھنوتی کی مہم پر جانے کا موقع ملا۔ اس سفر میں غیاث الدین بلبن اپنے چھوٹے بیٹے علاء الدین بغراخان کو بھی ہمراہ گیا تھا۔ اس سفر میں سلطان کے ساتھ شمس الدین دیر در قاضی اشیر بھی تھے۔ سلطان کے کاتب یا منشی کے شمس الدین دیر کی دربار میں بحث کی ادبی حیثیت تھی۔ کاتب پیشہ لوگ اصحاب فضل و کمال میں سے ہوتے تھے اور ایسے لوگ دربار میں اہل علم طبقے کے لئے رسائی کا ذریعہ ہوتے تھے۔ سلاطین دہلی کے جوش جہاد کا طوفان اس قدر بے پناہ تھا کہ وہ ایسے ارباب اپنے ساتھ بہا کر لے گیا اور انہیں خلیج بنگال کی ساحلی دلدلوں میں پہنچا دیا۔ امیر حسن، شمس الدین دیر کے عزیز ہوتے تھے۔ وہ فوائد الفواد میں شمس دیر کے ذکر میں کہتے ہیں کہ :

”جس سال بلبن لکھنوتی گیا تو میں بھی لشکر میں تھا۔ شمس دیر میرے قرابت دار ہیں، وہ بھی اس لشکر میں تھے اور ان کا میرا خشکی اور تری کا ساتھ رہا۔ کھانا پینا بھی ایک ساتھ تھا۔

(دیباچہ دیوان حسن سجزی، مرتبہ : مسعود علی محوی، ص ۵۴) ۱۴

اس مہم میں امیر خسرو بھی سلطانی لشکر کے ہمراہ موجود تھے۔ شمس دہیر ان کے مربیوں میں سے تھے اور ان کا بھی اس مہم میں شمس دہیر کے ساتھ اس طرح کا میل جول رہا جیسے امیر حسن کا تھا۔ اس لئے غالباً اس مہم کے دوران بھی ان کی امیر خسرو سے ملاقاتیں رہی ہوں گی۔ لیکن اس کا زیادہ موقعہ [موقع] اس وقت ہوا جب ان دونوں کو شہزادہ محمد کے ساتھ ملتان جانا پڑا۔ شہزادے کی طرف سے امیر خسرو کو مصحف بردار اور امیر حسن کو دوات بردار کے عہدے دئے گئے تھے۔ [دیباچہ، ص ۵۴]

سلطان بلبن کی یہ مہمات اتنی طویل ہو گئی تھیں کہ اسے تین سال کے عرصے کے لیے دارالحکومت سے باہر رہنا پڑا اور اس کی واپسی پر جب اس کا بڑا لڑکا شہزادہ محمد سلطان سے ملنے آیا تو اس نے ان دونوں کو اپنی ندیمی کے لئے منتخب کیا اور اپنے ہمراہ ملتان لے گیا۔ شہزادے کی ملازمت پر [ص ۱۳] برنی نے ان دونوں کے قیام ملتان کے بارے میں لکھا ہے:

”امیر خسرو اور امیر حسن بھی سلطان شہید کی ملازمت میں تھے اور انہوں نے پانچ سال ملتان میں اس کی خدمت کی اور اس شہزادہ کے ندیموں کے زمرے میں تجواہ اور انعام پاتے رہے۔ چونکہ شہزادہ اہل دانش میں سے تھا۔ اس لئے اپنے (اپنی) چند نشستوں میں ان دونوں شاعروں کے فضائل اور لطائف دانش و ہنر کو پہچان لیا اور ان کو اپنے تمام ندیموں میں سے انتخاب کر لیا اور وہ ان دونوں استادوں کی نظم و نثر کو پسند کرتا تھا اور اس نے ان دونوں کو اپنے مخلصین میں شامل کر لیا تھا۔ وہ دوسرے ندیموں کی نسبت ان پر زیادہ مہربانی کرتا تھا اور ان کو زیادہ انعام اور بہتر خلعت سے نوازتا تھا۔

مؤلف تاریخ فیروز شاہی نے خود بھی امیر خسرو اور امیر حسن دونوں سے شاہ زادہ شہید کی تعریف سنی ہے کہ بادشاہ زادہ اس قدر مؤدب، مہذب حکمرانی بہت کم دیکھنے میں آیا ہے۔ ۱۵ اور میں (ضیاء الدین برنی) نے بارہا امیر خسرو اور امیر حسن سے سنا ہے کہ وہ زمانے کے جو رو جفا کی شکایت کرتے تھے اور کہتے تھے اگر ہمارا اور دوسرے فن کاروں کا نصیب اچھا ہوتا تو خان شہید زندہ رہتا اور تحت بلبن پر متمکن ہوتا تو وہ تمام ہنرمندوں کو

سونے میں گاڑ دیتا لیکن سرآمدگان ہنر کا نصیب اچھا نہیں تھا۔ [تاریخ فیروز شاہی، برنی، مرتبہ: شیخ عبدالرشید، ص ۶۸-۱۶]

امیر خسرو امیر حسن کے مقابلے میں زیادہ کامیاب ندیم اور ہر دل عزیز درباری شاعر رہے ہیں۔ ان کی نسبت امیر حسن درباری زندگی میں آنے [میں] کامیاب نہیں رہے مثلاً ان کے کلام میں اگر کوئی قصائد ہیں تو محض علاء الدین خلجی کے دربار میں اس کے بیٹوں اور اس کے امرا کے بارے میں ہیں۔

ان (امیر حسن) کی رسائی ملک اعزالدین کے توسل سے ہوئی تھی۔ ملک اعزالدین علاء الدین کے ایک مشہور سالار لشکر ملک نصرت جا لیسری (جلیسری = Jalesari) کا بھائی تھا اور خود بھی ایک فوجی افسر تھا۔ علائی عہد کے دوسرے سال ۱۷۴ جب گجرات کی فتح ہوئی تو امیر حسن نے ملک اعزالدین کی تعریف میں بھی ایک قصیدہ لکھا۔ گجرات کی فتح کا سہرا الغ خان برادر علاء الدین اور ملک نصرت کے سر تھا۔ [تاریخ فیروز شاہی، برنی، مرتبہ: سید احمد خاں، ص ۲۵۲؛ ضمیمہ دیباچہ دیوان حسن سجزی، مسعود علی محوی، ص ۱۱۳-۱۱۲]

واپسی پر نو مسلم منگولوں نے بغاوت کر دی اور انہوں نے ملک اعزالدین پر حملہ کر کے قتل کر دیا ۱۸ اور اس کے بعد الماس بیگ الغ خاں پر بھی حملہ کرنا چاہا۔ امیر حسن کو اعزالدین کی وساطت سے ہی دربار علائی کے شعراء میں داخل ہونے کا موقع ملا تھا۔ اعزالدین نے جس خوش اسلوبی اور اخلاص سے امیر حسن کی رسائی دربار میں کرائی۔ اس کا اظہار انہوں نے ان اشعار میں کیا ہے: ۱۹

پس اندر صدر دولت راہ دادی محل دست بوس شاہ دادی

ز سلطان گنج آوردی و تشریف عطای خود در انجا کردی تضعیف ۲۰

ترجمہ: اے اعزالدین تو نے اس کے بعد مجھے دربار تک رہنمائی کی اور سلطان کی دست بوسی کا موقع دیا۔ تم میرے لیے سلطان انجم سے خلعت لائے اور اس کے ساتھ اپنی عطا کا بھی اضافہ کیا۔

تا رنجی شواہد کے مطابق امیر حسن کا تعلق محض علاء الدین کے دربار سے ہی رہا ہے اور انہوں نے اس کی اور اس کے لڑکوں خضر خاں اور دوسرے امراء کی تعریف میں مبسوط قسم کے نہیں بلکہ مختصر قسم کے قصائد بھی لکھے۔ امیر خسرو تو ایک سکہ بند قسم کے درباری اور

قصیدہ گو تھے۔ انہوں نے بھی علاء الدین کی مدح میں بڑے زوروں کے قصائد لکھے ہیں لیکن ان کو اس عہد میں ناقدر دانی کی کچھ شکایت ضرور رہی ہے۔ اس کی وجہ شاید یہ ہو کہ دربار میں ان کے علاوہ اور لوگوں نے بھی اپنی جگہ بنالی تھی۔

جب محمد تغلق نے دہلو (دہلی) سے دولت آباد کو دارالخلافہ بنایا تو امیر حسن کو بھی دولت آباد جانا پڑا۔ اس کا مدفن بھی دولت آباد میں ہی ہے۔ وہاں وہ عوام الناس کی زبان میں حسن شیر کے نام سے مشہور ہیں۔ وہ خود ایک جگہ فرماتے ہیں :

شیر دل خواندن حسن را لطف بود
نی سگ خود خوان کہ جاہ دیگر است

ترجمہ : تم نے مجھے راہ تلمظ سے شیر دل کہہ کر پکارا
اگر تم مجھے سگ خود کا لقب دیتے تو یہ اور شان تھی

ممکن ہے آپ کو شیر دل کا خطاب حضرت نظام الدین اولیاء نے عطا کیا ہو۔ ان کے دیوان میں بعض اور اشعار بھی ایسے ملتے ہیں۔ جن میں شیر کے خطاب کی طرف اشارہ ہے ممکن ہے حضرت نظام المشائخ نے اس خطاب میں ان کی عسکری زندگی کی طرف اشارہ کیا ہو اور دولت آباد کے عوام بھی آپ کو اسی مناسبت سے حسن شیر کہتے ہوں۔ (دیباچہ دیوان حسن بھڑی دہلوی، مسعود علی محوی، ص ۱۵)

حواشی

- ۱- ڈاکٹر محمد شکیل احمد صدیقی لکھتے ہیں :
علاء الدین کے دربار میں حسن کی رسائی علاء الدین کے اوائل حکومت میں ہی ہو گئی تھی۔۔۔ درباری شعراء میں شمولیت کے باوجود حسن کا تعلق علاء الدین کے پورے عہد میں لشکر شاہی سے رہا۔ جس کا ثبوت فوائد الفواد کی مختلف مجالس سے ملتا ہے۔ امیر حسن بھڑی دہلوی، حیات اور ادبی خدمات۔ اتر پردیش اردو اکیڈمی لکھنؤ، ۱۹۷۹ء، ص ۸۳-۸۴
- ۲- ”یک تیکہ زر و یک تیکہ نقرہ از کرم مخدومی رسید و کلبہ تاریک بندہ بدان آفتاب و ماہتاب روشن گشت۔“ (رسالہ رابعہ اعجاز خسروی، ص ۸۴)
- ۳- آدینہ بست و سوم ماہ ربیع الآخر سنۃ المذکور [۱۰۷۰ دولت پای بوس بہ دست آمد۔ درین ہفتہ کاتب رابع سبب توقف موجب دل تنگی بود۔ چون بہ خدمت پیوستہ شد، فرمود۔ برہمنی در شہری، مال بسیار

داشت مگر والئی شہر اور مصادره کرد و جملہ مال و اسباب او بستد و اورا مستاصل گر دانید۔ بعدا ز ان آن برہمن مفلس و مضطرب شدہ روزی در راہی می رفت۔ دوستی اورا پیش آمدہ و پرسید کہ حال تو چیست؟ برہمن گفت: نیکو خوش! آن دوست گفت کہ ہمہ چیز از تو بستد ند خوشی تو از کجا است؟
گفت: ز نار من بامن است۔ (فوائد الفوائد، مرتب امیر حسن علاء سجزی معروف بہ خواجہ حسن دہلوی محکمہ اوقاف مغربی پاکستان لاہور، ۱۹۹۶ء، ۹۲-۹۴)

۴۔ شنبہ بست و نهم ماہ مبارک رجب سنہ مذکور [۱۳ھ] شرف پای بوس حاصل شد۔ در آن ہفتہ مواجب بندہ کمینہ کہ مدتی در توقف بود، نہ بندہ رسیدہ بود۔ و خواجہ راکرہ اللہ بالخیر از ملازمت خدمت بندہ و یافتن مواجب معلوم شدہ الغرض چون بہ بندگی پیوستہ شد فرمود کہ ملازمت نمودن و ثبات کردن در کار با اثری تمام دارد۔

(فوائد الفوائد، مرتب خواجہ حسن سجزی دہلوی، ص ۲۱۵)

۵۔ بروز منگل ۲۱ ماہ ذوالحجہ مبارک سنہ مذکور [۱۳ھ] کو دولت پائے بوسی حاصل ہوئی۔ آپ نے فرمایا کہ تم لشکر گاہ سے آرہے ہو یا شہر سے؟ بندہ نے عرض کیا کہ لشکر گاہ سے آرہا ہوں۔ میں نے وہیں گھر بنا لیا ہے۔ فرمایا: کیا تم شہر کی طرف جایا کرتے ہو؟ بندے نے جواب دیا بہت کم جاتا ہوں۔ دس بارہ روز کے بعد جاتا ہوں۔ اکثر لشکر گاہ ہی رہتا ہوں اور نماز جمعہ بھی مسجد کیلو کھری میں ادا کرتا ہوں۔ آپ نے فرمایا: آپ اچھی طرح جان لیں کہ لشکر گاہ کی آب و ہوا شہر سے زیادہ اچھی ہے۔ شہر میں بد بو بھی ہوتی ہے۔

[فارسی متن]

”دو شنبہ بست و یکم ماہ مبارک ذی الحجہ سنہ مذکور [۱۳ھ] دولت پا بوس حاصل شد۔ فرمود: کہ از لشکر می آئی یا از شہر؟ بندہ عرضداشت کرد کہ از لشکر می آیم و خانہ ہمانجا کردہ ام۔ فرمود کہ جانب شہر می روی؟ بندہ گفت کہ کمتر، بعد از دہ دوازدہ روز رفتہ می شود۔۔۔ پیشتری در لشکر می باشم و نماز جمعہ ہم در مسجد کیلو کھری می گزارم۔ فرمود کہ واجب کند کہ ہوائی لشکر بہتر از شہر باشد و در شہر عفتوقی ہم باشد۔ (فوائد الفوائد جامع خواجہ حسن سجزی دہلوی، مرتب: محمد لطیف ملک، ص ۱۹۵)

۶۔ چہار شنبہ ششم ماہ جمادی الاولی سنہ مذکور [۱۳ھ] از لشکر خضر آباد آمدہ شد، دولت پای بوس حاصل گشت۔

(فوائد الفوائد، خواجہ حسن سجزی دہلوی ص ۲۴)

۷۔ فتح قلعہ چٹوڑ، ۱۱ محرم ۱۰۳ھ [۲۵ اگست ۱۳۰۳ء] قلعہ چٹوڑ کا نام خضر آباد رکھنا: امیر خسرو: خزان الفتوح بہ تصحیح محمد وحید مرزا۔ نیشنل بک فاؤنڈیشن، پاکستان، ۱۹۷۶ء، ص ۶۳-۶۲)

C. Mabel duff: *The Chronology of Indian History*, Cosmo Publications, Delhi, India. 1972, p. 211

۸۔ آن گاہ بندہ را عرضداشتی بود۔ در مجلس مذکور [دو شنبہ یازدہم رمضان سنہ مذکور [۱۳ھ] آن

عرضہ افتاد، برین نوع کہ بندہ در دیو گیر بود۔ لیج کہ عتیق خدمتگار من است، کنیزک بچہ خریدہ بود بہ پہنچ تینکہ، چون لشکر بہ جانب شہر بازگشتن گرفت۔ آن کنیزک بچہ را مادر و پدر پیدا شدند و عجزو زاری و شکستگی بسیار بر خدمتگار آمدند و وہ تینکہ آوردند کہ این بستان و دخترک بہ ما بدہ۔ بندہ را بر زاری ایشان دل بسوخت۔ وہ تینکہ از خاصہ خویش لیج را دادم و گفتم کہ این را تو بہ بیخ تینکہ خریدہ بودی، بہ وہ تینکہ بہ دست من بفروش، او بہ فروخت۔ من خریدم بعد از ان من آن دخترک ایشان را بدیشان باز دادم، و آن تینکہ کہ ایشان آوردہ بودند، ہم بدیشان باز دادم۔۔۔ خولجہ گفت: نیکو کردی۔

(فوائد الفوائد، مرتب خولجہ حسن بجزی دہلوی ص ۳۳۹-۳۴۰؛ دیباچہ دیوان حسن بجزی دہلوی، از مسعود علی محوی ص ۷۱)

۹۔ چہار شنبہ بست و ششم ماہ شوال سنہ مذکور [۷۱۶ھ] سعادت پای بوس حاصل شد۔۔۔ بندہ عرضہ داشت۔ کہ در کہ مردم در لشکر می رود، در خاطر می گذرد کہ اگر این کس را واقعہ شود، خدمتگار ان را وصیت کند تا ہما نجا کہ واقعہ شدہ است۔ ہما نجا دفن کنند۔ مُردہ را در شہر آوردن از راہ دور و دراز نیک بی ذوق می نماید۔ فرمود کہ بچہان نیکو ست۔

(فوائد الفوائد، خولجہ حسن بجزی دہلوی ص ۲۸۱-۲۸۲؛ دیباچہ دیوان حسن بجزی دہلوی، مسعود علی محوی ص ۵۴)

۱۰۔ خولجہ حسن بجزی سپاہی پیشہ تھے۔ فوج کی روانگی کی شہرت تھی۔ ایک مجلس میں اپنے مرشد شیخ نظام الدین اولیا سے پوچھا کہ قرآن پاک لشکر کے ہمراہ لے جا نا چاہیے؟ بروز بدھ ۲۶ ماہ شوال مذکور سال [۷۱۶ھ] کو قدم بوسی کی سعادت حاصل کی۔ ان دونوں لشکر کے ہم پر روانہ ہونے کا چرچا تھا۔ بندے نے عرض کی کہ قرآن مجید کو لشکر میں کیسا رہے گا۔ کیونکہ اس کی حفاظت مشکل ہوتی ہے۔ فرمایا کہ لے جا نا چاہیے۔ تب زبان مبارک سے فرمایا کہ جس زمانے میں اسلام ابتدائی حال میں تھا۔ جب رسول اکرم علیہ السلام کسی غزوے یا لڑائی میں جاتے تو قرآن ساتھ نہ لے جاتے تھے۔ خطرہ رہتا تھا کہ کہیں شکست نہ ہو جائے اور قرآن کافروں کے ہاتھ نہ لگ جائے۔ جب اسلام نے قوت پکڑ لی اور لشکر بہت ہو گیا تو لشکر کی روانگی کے وقت قرآن ساتھ لے جانے لگے۔ بندے نے عرض کیا کہ قرآن کو (بے ادبی کے ڈر سے) خیمے میں رکھنا مشکل ہوتا ہے فرمایا: کہ اسے سر کی طرف رکھنا چاہیے۔

فارسی متن:

چہار شنبہ بست و ششم ماہ شوال سنہ مذکور [۷۱۶ھ] سعادت پای بوس حاصل شد۔ درین ایام آوازہ لشکری بودہ است، بندہ عرضہ داشت کرد کہ مصحف در لشکر چگونہ تو ان برد کہ محافظت آن دشوار است۔ فرمود کہ بہاید برد۔ آن گاہ بر لفظ مبارک راند کہ در آنچہ اسلام ہنوز اوّل عہد بود۔ چون رسول علیہ السلام در لشکری رفت، مصحف در لشکر نمی بردند۔ می ترسیدند کہ نباید کہ شکستی شود و مصحف

بدست کفار رفتہ، در آنچه اسلام قوی شد و لشکر انبوه گشت۔ بعد از ان چون بہ لشکر روان شدی مصحف می بردند۔ بنده عرضہ داشت کرد کہ جای مصحف در خیمہ دشواری دارد۔ فرمود کہ جانب سر جای باید کرد۔

فوائد الفوائد، ص ۲۸۱-۲۸۰

۱۱- ضیاء الدین برنی :

و سالھا مرا با امیر خسرو امیر حسن و امیر حسن مذکور ترژد و یگانگی بودہ است۔ و نہ ایشان بی صحبت من بہ توانستند ی بود نہ من توانستم کہ مجالست ایشان را گذرانم۔ و از محبت من میان ایشان ہر دو ا ستاد قرائتی شد۔ و در خانہ ہای یکدیگر آمد و شد کردن گرفتند۔

(ضیاء الدین برنی، تاریخ فیروز شاہی مرتبہ: سید احمد خاں، کلکتہ، ۱۸۶۲ء، ص ۳۶۰)

۱۲- امیر حسن ... باوصاف و اخلاق مرضیہ متصف بودہ است .. صوفیہ و لزوم قناعت و اعتقاد پاکیزہ و خوش بودن و خوش گذرانیدن بی اسباب دنیا و تجرد و فقر د از علائق دنیا بچون او کسی را کمتر دیدہ

ام، (ضیاء الدین برنی : تاریخ فیروز شاہی مرتبہ سید احمد خاں، ص ۳۶۰)

۱۳- پروفیسر سید وزیر الحسن عابدی کی صحیح عبارت زیادہ واضح ہے :

” لیکن معزی را برای لفظ حسن و معانی احسن تحسین می فرماید۔ معنی و لفظ سید حسن و نظامی و ظہیر را مطالعہ باید کرد، تا مطلع گرد وہم خود منصف باشند۔ (امیر خسرو، دیباچہ دیوان غزوة الکمال، مرتبہ سید وزیر الحسن عابدی، نیشنل بک فاؤنڈیشن اسلام آباد، ۱۹۷۵ء ص ۲۶)

امیر خسرو امیر حسن کی شاعرانہ عظمت کا اعتراف کرتے ہوئے غزوة الکمال کے دیباچے میں لکھتے ہیں کہ اگر کسی کو شعر کے لفظی اور معنوی حسن کو دیکھنا ہو تو اس کو چاہیے کہ حسن، نظامی اور ظہیر کے کلام کا مطالعہ کرے۔

ڈاکٹر محمد شکیل احمد صدیقی، امیر حسن تجزی و بلوی، ص ۱۰۲۔

۱۴- سہ شنبہ یاز دہم ماہ مبارک ذی الحجہ سنہ مذکور [۷۱۳ھ] چون دولت پای ہوس میسر شد۔ .. در حسن طبع و خلق او [شمس دبیر] سخن افتاد۔ بنده عرضہ داشت کرد کہ بنده را با او نسبت قرائتی ہست۔ خواجہ ذکرہ اللہ بالخیر فرمود کہ وقتی مصاحب یکدیگر بودہ اید؟

بنده گفت:

آری در آن سال کہ سلطان غیاث الدین بہ کھنوتی رفت۔ در ان لشکر بنده و او [شمس دبیر] ہم در اتالی راہ چہ در کشتی و چہ در خشکی یکجا می شدیم۔ خواجہ ذکرہ اللہ بالخیر فرمود کہ معونت متصوفہ ہم باہم بود ؟

بنده گفت: آری

(فوائد الفوائد، مرتبہ محمد لطیف ملک، ص ۲۲۰-۲۱۸)

۱۵- امیر خسرو امیر حسن بخدمت او چاکر بودند۔ پنج سال اورادر ملتان خدمت کردہ اند و میان ند مای

آن شاہزادہ موجب و انعام یافتہ۔ و از دانشی کہ در آن شاہزادہ موجب و انعام یافتہ۔ و از دانشی کہ در آن شاہزادہ بود، در چند مجلس فضائل و لطائف و دانش و ہنر این دو شاعر را ادراک کرد۔ و از جملہ ندما ایشان را برگزید، و نظم و نثر این ہر دو استاد خوش کرد۔ و ہر دو را از مخلصان خود گر دانید و از نسبت دیگر ندیمان در باب ایشان بیشتر لطف کردی و انعام بیشتر و جامہ بہتر ایشان را دادی۔ و من کہ مؤلف تا رنخ فیروز شاہی ام، ہم از امیر خسرو و ہم از امیر حسن در وصف خان شہید کرات شنیدہ ام کہ پادشاہزادگان آن چنان مودب مہذب، کہ خان شہید بود، کمتر دیدہ ام۔ (ضیاء الدین برنی، تاریخ فیروز شاہی، مرتبہ شیخ عبدالرشید، شعبہ تاریخ، مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ، ۱۹۵۷ء، ص ۷۹)

- ۱۶۔ و بار ہا از امیر خسرو و از امیر حسن شنیدہ ام، کہ بر طریق حسرت و نالش روزگار گفتندی کہ اگر مارا و ہنرمندان دیگر را بخت بودی، خان شہید زندہ ماندی و بر سر تخت بلندی متمکن گشتی، تا ہر ہمہ ماہران ہنرمندی را در زر غرق کردی و لیکن سر آمدگان ہنر را بخت کمتر بود۔ (ضیاء الدین برنی، تاریخ فیروز شاہی، مرتبہ شیخ عبدالرشید، ص ۸۱-۸۰)
- ۱۷۔ در اوایل سال سوم جلوس علائی [۶۹۸ھ] الخ خان و نصرت خان ... جانب گجرات لشکر کشیدند۔ (ضیاء الدین برنی، تاریخ فیروز شاہی، مرتبہ سید احمد خاں، ص ۲۵۱)
- ۱۸۔ و در آن لشکر امرای نو مسلمان و سوار نو مسلمان بسیار بودند۔ ہر ہمہ یکدل شدند و دو سہ ہزار سوار جمع شدند و بلغاک کردند و ملک اعز الدین برادر نصرت خان را کہ امیر حاجب الخ خان بود، بکشند۔۔۔

ضیاء الدین برنی، تاریخ فیروز شاہی، مرتبہ سید احمد خان کلکتہ، ۱۸۶۲ء، ص ۲۵۲

۱۹۔ خواجہ حسن سجزی کی ملک اعز الدین کے توسل سے سلطان علاء الدین خلجی کے دربار میں رسائی ہوئی۔ اس کا اظہار حسن سجزی نے اپنے اشعار میں کیا ہے۔

دیوان حسن سجزی دہلوی کے دیباچہ کے ضمیمہ میں مسعود علی محوی نے امیر حسن دہلوی کی سلطان علاء الدین کے دربار میں رسائی ملک اعز الدین کی وساطت سے لکھی ہے کیونکہ خود حسن کی ایک مثنوی اس بات کی نشان دہی کرتی ہے۔ یہ مثنوی ملک اعز الدین کے تعلق کے ذکر میں لکھی ہے۔ لیکن اس نام کی جس شخصیت کو محوی صاحب شاعر کے دربار میں رسائی کا ذریعہ ٹھہرایا۔ دراصل وہ شخصیت اس کی ذمہ دار معلوم نہیں ہوتی اور یہاں پر محوی صاحب کو غلط فہمی ہوئی۔

علاء الدین خلجی کے عہد میں ملک اعز الدین نام کے دو اہم شخصیات گزاری ہیں اور اعلیٰ عہدوں پر فائز تھیں۔ ڈاکٹر محمد شکیل احمد صدیقی نے اپنے پی ایچ ڈی کے مقالے ”امیر حسن سجزی، حیات اور ادبی خدمات“ میں ان کی تصریح کی ہے:

اڈل ملک اعز الدین ملک نصرت خان کے بھائی جو کہ الماس بیگ الخ خاں کے امیر صاحب تھے۔ ان کو قلعہ جالور کے قریب ۶۹ھ میں باغیوں کی ایک جماعت نے قتل کر دیا تھا۔ مسعود علی محوی

نے اس ملک اعزالدین کو امیر حسن کے دربار علانی میں داخل ہونے کا ذریعہ قرار دیا ہے۔

ص ۸۰-۷۹

دوسری شخصیت اول الذکر سے بھی زیادہ اہم ہے۔ یہ ملک اعزالدین، عمدۃ الملک کے بیٹے اور ملک حمید الدین کے بھائی تھے۔ دونوں بھائی اپنی اصابت رائے، ہنرمندی، مردم شناسی، بزرگی اور بزرگ زادگی نیز گونا گوں فضائل میں اپنی نظیر نہ رکھتے تھے۔ علاء الدین نے اس اعزالدین کو اپنا مصاحب خاص بنایا تھا۔۔۔ سلطان علاء الدین نے اپنے بھائی الماس بیگ الغ خاں کے انتقال کے بعد اس کی جگہ عہدہ وزارت ملک اعزالدین کے سپرد کیا تھا۔ امیر حسن، سلطان کے دربار میں اسی ملک اعزالدین کی وساطت سے پہنچے تھے۔

(امیر حسن تجزی حیات اور ادبی خدمات، ص ۸۳-۸۰)

۲۰۔ ضمیمہ دیباچہ دیوان حسن تجزی دہلوی، مسعود علی محوی ص ۱۱۴

منابع:

- ☆ امیر حسن تجزی دہلوی، حیات اور ادبی خدمات، اتر پردیش اردو اکاڈمی لکھنؤ، ۱۹۷۹ء
- ☆ امیر حسن علاء تجزی معروف بہ خواجہ حسن دہلوی، نوائے الفواد، محکمہ اوقاف مغربی پاکستان لاہور، ۱۹۹۶م
- ☆ امیر حسن تجزی دہلوی، نوائے الفواد، مرتب: محمد لطیف ملک،
- ☆ امیر حسن تجزی، دیوان حسن تجزی، مرتب: مسعود علی محوی
- ☆ امیر خسرو: خزائن الفتوح بہ تصحیح محمد وحید مرزا۔ نیشنل بک فاؤنڈیشن، پاکستان، ۱۹۷۶ء
- ☆ امیر خسرو، رسالہ رابعہ اعجاز خسروی، مطبع منشی نوکثور، ۱۸۷۶ء
- ☆ امیر خسرو، دیباچہ دیوان غرۃ الکمال، نیشنل بک فاؤنڈیشن، اسلام آباد، ۱۹۷۵ء
- ☆ ضیاء الدین برنی، تاریخ فیروز شاہی، مرتبہ شیخ عبدالرشید، شعبہ تاریخ، مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ، ۱۹۵۷ء
- ☆ ضیاء الدین برنی، تاریخ فیروز شاہی، مرتبہ سید احمد خان، کلکتہ، ۱۸۶۲ء
- ☆ C. Mabel duff: *The Chronology of Indian History*, Cosmo Publications, Delhi, India. 1972, p. 211.